جلد نمبر ۳

تفسیر

انوار النجف فی اسرار المصحف

علامہ حسین بخش جاڑا

مکتبہ انوار النجف دریاخان ضلع بھکر

میں تجھ سے اللہ کی پناہ لیتی ہوں اگر تو خوف خدا رکھتا ہے تو اُس نے جواب دیا کہ میں اللہ کا فرستادہ تجھے پاکیزہ بچے کی خوشخبری دینے آیا ہوں ۔پس یہاں ملائکہ کا لفظ ہے اور وہاں اس کی بجائے روح کا لفظ رکھا گیا ہے ۔

ملائکہ سے مراد بعض کہتے ہیں جبریل ہے اور جمع کا صیغہ اس کی عظمت وسیادت کے لئے ہے بعض کہتے ہیں واقعاً جبریل کے ساتھ اور ملائکہ بھی تھے اور ملائکہ یا رُوح کا حضرت مریمؑ کے ساتھ کلام کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت مریمؑ محدثہ تھیں۔ اور کلام مجید کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ کا اُن کے ساتھ کلام کرنا آواز اور الفاظ کی قسم سے اور رو برو تھا نہ کہ خطورِ قلبی

بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۔ کلمہ جب اللہ کی طرف منسوب ہو۔ تو اس کا معنی ہے وہ چیز جس سے اللہ کی مراد ظاہر ہو جیسے کلمۃ الایجاد اور کلمۃ الوحی اور اس مقام پر اس کی کئی توجیہیں کی گئی ہیں۔

(۱) کلمہ سے مراد حضرت مسیحؑ ہیں کیونکہ ان سے پہلے انبیاء بنی اسرائیل بشارت کے طور پر یہ کلمہ کہہ چکے تھے کہ ایک نبی آئے گا جو بنی اسرائیل کو نجات دلانے والا ہوگا۔ پس حضرت مسیحؑ وہی کلمہ تھے جس طرح کہ حضرت موسیٰ کی آمد کی بشارت کے بعد ظہور موسیٰ کو خدا نے کلمہ کہا چنانچہ فرمایا:۔ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۔ (سورۂ اعراف)

(۲) کلمہ کا اطلاق چونکہ کلام پر بھی ہوتا ہے اور یہاں اس سے مراد ہے ارادۂ خداوندی کا مظہر۔ کیونکہ ملفوظی کلام سے اس کی ذات پاک ومنزہ ہے پس جسطرح عالم وجود میں ہر موجود کی ہر ادا وجود خالق کی دلیل اور اس کی توحید کے اثبات کے لئے ناقابل تردید برہان ہے گویا ہر شئے زبان بے زبانی سے اس کی تخلیق اور صنعت وحکمت کی ترجمان ہونے کی حیثیت سے اس کا کلمہ وکلام ہے چونکہ بنی اسرائیل نے تورات میں تحریف کر کے اس کے مطالب ومضامین کو بدل ڈالا تھا اور حضرت عیسےٰ خدا کی جانب سے اصل مراد خداوندی کے ترجمان تھے چنانچہ اُن کا اپنا ارشاد ہے کہ میں بعض وہ چیزیں بیان کرنے کے لئے آیا ہوں جن میں تمہیں اختلاف ہے۔ پس اسی بناء پر اُن کو کلمہ کہا گیا۔

(۳) کلمہ سے مراد بشارت کا مفہوم ہے یعنی عیسیٰ کا حمل اور اس کی ولادت وغیرہ کی پیشین گوئی۔ معنی یہ ہوگا۔ کہ خدا تجھے بشارت دیتا ہے کہ تجھے بغیر شوہر کے حمل ہوگا اور تجھ سے ایک بچہ پیدا ہوگا۔ جس کا نام مسیح عیسےٰ بن مریمؑ ہوگا۔

(۴) کلمہ سے مراد کلمۃ الایجاد ہے اور حضرت عیسےٰ خود کلمہ ایجاد خداوندی تھے یعنی یہ خود کلمہ کُن کے مصداق تھے۔ اگرچہ تمام افراد انسانی تکوینی طور پر کُن سے عالم وجود میں آئے ہیں لیکن باقی افراد انسان کی پیدائش چونکہ اسباب وعلل ظاہریہ کے ماتحت ماں اور باپ دونو کے ذریعے سے ہوئی اور حضرت عیسیٰؑ کی تخلیق اسباب عادیہ کی وساطت کے بغیر صرف کلمہ تکوین سے ہوئی۔ گویا وجود عیسےٰ بعینہٖ کلمہ کُن کا مصداق تھا چنانچہ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ (سورۂ اعراف)

اور یہی توجیہ تمام توجیہات سے بہتر ہے اور پہلی ہر سہ توجیہات پر اعتراض وارد ہو سکتا ہے مثلاً پہلی توجیہ کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ اولاً تو سابق انبیاء کی طرف سے حضرت عیسےٰ کے متعلق پیشین گوئیاں قرآن مجید میں ثابت نہیں اور ثانیاً اگر ثابت ہوں بھی تاہم حضرت عیسےٰ کو اس بناء پر کلمہ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ بعد میں صاف طور پر ہے اِسْمُهُ الْمَسِيحُ

اور اُن کی پیشین گوئی ظہور عیسٰےؑ ہے نہ کہ خود عیسٰےؑ یعنی اُن کا کلمہ تھا ظہور عیسٰے کی پیشین گوئی اور خود عیسٰےؑ ان کا کلمہ نہ تھا۔ تاکہ کہا جائے کہ اس کا نام مسیح ہے الخ اور بعینہٖ تیسری توجیہہ پر بھی یہی ایراد وارد کیا جا سکتا ہے کہ کلمہ سے مراد بشارت ہو۔ تو اسْمُهُ الْمَسِيحُ اس کی تائید نہیں کرتا۔ اور دوسری توجیہہ تصحیح معنی کے لئے خوب ہے لیکن کوئی دوسرا قرینہ اس کی تائید نہیں کرتا

اِسْمُهُ الْمَسِيحُ :۔ بروزن فعیل بمعنی مفعول یعنی مسح شدہ اور مسح کا معنی ہے پونچھنا۔ پس حضرت عیسٰےؑ کو مسیح کہنے کی کئی وجوہ بیان کی گئی ہیں۔

(۱) ان کو مسیح اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کے وجود اطہر پر یُمن و برکت اور خیر و خوبی کا مسح کیا گیا۔

(۲) چونکہ ان کے وجود کو گناہوں کی آلائش سے پونچھ اور دھو دیا گیا اس لئے ان کو مسیح کا لقب دیا گیا۔

(۳) کہتے ہیں کہ انبیاء زیتون کے تیل سے مالش کرتے تھے اور حضرت عیسٰےؑ کو بھی وہی مالش کی گئی اسی وجہ سے ان کو مسیح کہا گیا۔

(۴) بوقت ولادت ان کو جبریل نے اپنے پروں سے مسح کیا تھا۔ تاکہ ان کے لئے باعثِ تعویذ ہو۔

(۵) چونکہ وہ یتیموں کے سر پہ دستِ شفقت پھیرتے تھے۔ بنا بریں ان کو مسیح کہا گیا۔ لیکن اس صورت میں مسیح بمعنی ماسح صیغہ اسم فاعل ہوگا۔

(۶) چونکہ نابینا کی آنکھ پہ ہاتھ پھیر کر اس کو بینا کر دیتے تھے یا یہ کہ ہر صاحبِ آفت پر مسح کر کے ان کو تندرست کر دیتے تھے اس لئے ان کو مسیح کہا جاتا ہے۔ اس صورت میں بھی صیغہ اسم فاعل کا ہوگا۔

(۷) **مشیحا** کا معرب ہے کہتے ہیں بنی اسرائیل کا طریقہ تھا کہ جب ان کے بادشاہ کا جشنِ تاجپوشی منعقد ہوا کرتا تھا۔ اور بادشاہ عنانِ حکومت کو سنبھالتا تھا تو کاہن لوگ کتاب مقدس سے اس کے جسم کو مسح کرتے تھے تاکہ اس کے نظامِ ملک کے لئے باعثِ برکت ہو۔ پس وہ اس کو مشیحا کہا کرتے تھے جس کا معنی بادشاہ۔ یا مبارک ہوتا تھا۔

عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ۔ اس کی اصل یشوع بتلائی گئی ہے اور اس کا معنی نجات اور چھٹکارا دلانے والا اور بعض احادیث میں اس کا معنی یَعِیْشُ ہے اور حضرت یحیٰ کے نام سے مناسبت تو اسی معنی کے لحاظ سے ہوتی ہے اور باوجودیکہ بشارت کا خطاب حضرت مریمؑ سے ہے لیکن کہا جا رہا ہے کہ تیرا بچہ پیدا ہوگا جس کا نام عیسٰے ابن مریمؑ ہوگا۔ حالانکہ اس مقام پر ابنِ مریم کہنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ بات ہی مریم سے ہو رہی ہے۔ پس اس سے مقصد صرف یہی ظاہر کرنا ہے کہ حضرت عیسٰے بغیر باپ کے پیدا ہوں گے اسی بنا پر تو ہر دو عالمین کے لئے آیت قرار دیا گیا۔

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا۔ کہولت جوانی اور بڑھاپے کے درمیان کے زمانہ کو کہا جاتا ہے۔ پس کہل وہ ہوگا جس کے بالوں میں سفیدی داخل ہو رہی ہو اور بعضوں نے اس کی حد چونتیس ۳۴ سال بیان کی ہے۔

سوال :۔ کہولت کے زمانہ میں ہر شخص بولا کرتا ہے البتہ گہوارے میں آرام کرنے والے بچے کا بولنا خلافِ عادت ہے پس اس

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ

عرض کی اے میرے پروردگار کیسے (پیدا) ہوگا میرا بچہ۔ حالانکہ مجھے مس تک نہیں کیا کسی انسان نے کہا (فرشتے نے) اسی طرح

اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾

اللہ پیدا کرتا ہے جسے چاہے جب وہ کسی امر کے ہونے کا فیصلہ کرے تو بجز اُسکے نہیں کہ فرماتا ہے اس کو ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾

اور اس کو علم دے گا کتاب اور حکمت و تورات اور انجیل کا

بشارت میں گہوارے میں کلام کرنے کے ساتھ کہولت میں کلام کرنے کی صفت کی کیا خصوصیت ہے ؟

جواب :۔ حضرت مریم کی خوشنودی کا لحاظ رکھا گیا ہے تاکہ وہ آج ہی سے ذہن نشین کرلے کہ میرا بن باپ کے پیدا ہونے والا بچہ بچپنے میں مر نہ جائے گا۔ بلکہ طویل عمر پائے گا اور کہولت کا زمانہ بھی اس کو نصیب ہوگا۔

سوال :۔ نصرانیوں کی موجودہ انجیلوں سے تو پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ دنیا میں کل تینتیس ۳۳ برس رہے اور اس کے بعد اٹھا لئے گئے پس انہوں نے کہولت کے زمانہ میں کلام کیسے کیا ؟ اور کلام اللہ کی تصدیق کیسے ہوئی ؟

جواب :۔ انجیلوں پر تحریف کے وقوع کی وجہ سے اعتماد نہیں کیا جاسکتا ؛ اور جہانتک تاریخ کا تعلق ہے حضرت عیسٰے دنیا میں تقریباً چونسٹھ سال رہے ہیں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ کہولت کے زمانہ میں کلام کرنے سے مراد ہے ان کا حضرت مہدی عجل اللہ فرجہ کے زمانِ ظہور میں آسمان سے اتر کر کلام کرنا۔ (تفسیر میزان)

قَالَتْ رَبِّ :۔ فرزند کی بشارت کا خطاب اگرچہ فرشتوں سے یا رُوح سے سُنا تھا۔ لیکن مریمؑ کو علم تھا کہ یہ خطاب اللہ کی جانب سے ہی ہے اور باپ کے بغیر اولاد کا ہونا چونکہ ظاہری طور پر ایک نا شدنی امر تھا اس لئے مقامِ استعجاب میں کلام کا رُخ پروردگار کی طرف کرتے ہوئے عرض گذار ہوئی۔ کہ میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا ؟ حالانکہ میری تاحال شادی نہیں ہوئی اور نہ مجھے کسی انسان نے مَس کیا ہے ؛ تو فوراً جواب ملا۔ کَذٰلِكِ۔ بچہ ایسے ہی پیدا ہوگا۔ یعنی مریمؑ کے ذہن میں اگر شادی کا احتمال ہو تو اس کلمہ سے رفع کر دیا۔ کہ خدا ایسے ہی بغیر شادی کے اور بغیر مرد کے ہی تجھے بچہ عطا کرے گا۔ اور چونکہ حضرت مریمؑ کے استعجاب سے ایک صورتِ انکاری کا شائبہ تھا اور علل و اسباب کی دنیا کا تقاضا بھی یہی ہے کہ بغیر مرد کے عورت کا بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ پس اس انکار کا جواب اس طرح دیا۔ اَللّٰهُ يَخْلُقُ الخ۔ خدا جسے چاہے پیدا کر سکتا ہے اور اس کی قدرت اسباب کی محتاج نہیں بلکہ وہ جب حتمی ارادہ کسی شے کے کرنے کا فرما لیتا ہے تو وہ شی ہو جاتی ہے۔ نیز لفظ کُنْ ہماری تفہیم کے لئے ہے ورنہ خدا تخلیق میں کسی لفظ کا محتاج نہیں پس یہاں مراد یہ ہے کہ خدا کے ارادہ اور فعل میں ذرہ بھر بھی زمان کا فاصلہ